Lesson 245 Surah Zumar 32-45 tafsir

جز 24 اللہ کی بڑی خاص توفیق ہے کہ آج میں اور آپ یہاں تک پہنچے ہیں۔ لیکن 24 جز پر اگر آپ غور کریں تو اس کا آغاز بڑا ہی سخت ہے اور بڑا فیصلہ کن ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں

آیت نمبر 32۔ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ
ترجمہ۔پھر اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جب سچائی اس کے سامنے آئی تو اُسے جھٹلا دیا کیا ایسے کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں ہے؟

پھر اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جب سچائی اس کے سامنے آئی تو اُسے جھٹلا دیا۔ کیا ایسے کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں ہے؟ **فَمَنْ أَظْلَمُ** پس کون **أَظْلَمُ** زیادہ ظلم کرنے والا ہے؟ آپ کو پتہ ہی ہے کہ **أَظْلَمُ** اسم تفضیل ہے، ہے تو ظلم سے لیکن **أَظْلَمُ** زیاہ ظالم ہے۔ **مِمَّنْ** یہ دو لفظوں کا مجموعہ ہے **(مِن** اور **مَن)** **مِن** سے۔ **مَن** جو کوئی ۔ توکیا آپ جاننا چاہتے ہیں /میں جاننا چاہتی ہوں کہ سب سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہے؟ اور انداز کیسا زبردست ہے سوالیہ استفہامیہ انداز ہے کیونکہ **مَن** یہاں پر جیسے "کون" اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے؟ کون؟ **كَذَبَ** جس نے جھوٹ بولا **عَلَى اللَّهِ** پر اللہ، تو اللہ پر جھوٹ بولنے والے سے زیادہ بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے؟ لوگوں سوچو تو سہی ذرا غور تو کرو **وَكَذَّبَ** اب صرف یہ ہی نہیں کہ **كَذَبَ** جھوٹ بولا **وَكَذَّبَ** اور جھٹلایا تو **كَذَبَ** ہوتا ہے کسی نے جھوٹ بول دیا لیکن **كَذَّبَ** بار بار جھوٹ بولا، بار بار جھٹلایا کیونکہ اس پر شد ہے حروف کی زیادتی ہے اور حروف کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے **وَكَذَّبَ** اور وہ جھٹلائے **بِالصِّدْقِ** سچائی کو اور اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ سچائی کیا ہے؟ جس کو وہ جھٹلا رہا ہے ایک دفعہ جھوٹ بولا پھر دوسری دفعہ کیا کیا؟ اس کا رویہ بڑی شدت کا ہے اور بڑا واضح ہو کر سامنے آتا ہے اور وہ ہے؟ کہ وہ سچائی کو جھٹلا رہا ہے اور کب اس نے سچائی کو جھٹلایا **إِذْ جَاءَهُ** جب وہ اس کے پاس آئی۔ **أَلَيْسَ** کیا نہیں ہے **فِي** میں **جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ۔** **مَثْوًى** جمع ہے **مَثَاوٍ** کی اور یہ لفظ ٹھکانہ ، اُترنے کا مقام ،دراز مدت تک ٹھہرنے کے مقام کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ لفظ ظرفِ مقام ہے تو اللہ رب العزت کہتے ہیں کہ کیا ایسے شخص کے لئے جہنم کا ٹھکانہ کافی نہیں ہے اور ایسا شخص ہے کون **لِلْكَافِرِينَ** کفر کرنے والا تو ایسا شخص کافر ہے انکار کرنے والا ہے اور انکار کرنے والے کے لئے جہنم کا ٹھکانہ کیا کافی نہیں ہے اور اگر آپ ٹھکانے کے لئے بھی لفظ دیکھیں تو یہ آباد ہونے کا تیسرا درجہ ہے **(ث وی)** اس کا مادہ اس کے معنی ہیں دفن کیا جانا (جب کسی کو کہیں دفن کیا جاتا ہے تو ٹھہرا دیا جاتا ہے آباد کر دیا جاتا ہے) تو آدمی کے مرنے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور آدمی کے آباد ہونے کے لئے بھی تو یہ لفظ بھی ذوی الاضداد میں سے ہے تو آپ دیکھیں کہ اب وہ کہاں جا کے آباد ہو گیا دنیا سے تو یہ چلا گیا لیکن اب اس کا ٹھکانا اس کے آباد ہونے کی جگہ جہنم بن گئی تو بڑی شدت کا انداز ہے تو آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں پر اللہ تعالی نے کس شخص کا ذکر کیا جو سب سے زیادہ ظلم کرنے والا ہے جو سب سے بڑھ کر محروم القسمت ہے جو اپنی جان پر ظلم ڈھانے میں سب سے آگے نکل گیا تو اصل بات یہ ہے کہ وہ جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے کے معنی کیا ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے جو کچھ بھیجا جیسے اپنے بندے (رسول) کو بھیجا رسول اللہ ﷺ کے پاس قرآن کو بھیجا تو وہ شخص یہ کہے کہ یہ اللہ کا رسول نہیں ہے اور قرآن اللہ کی کتاب نہیں ہے اور اللہ کی آیتوں کے بارے

میں کہے کہ یہ اللہ نے نہیں فرمایا یا پھر کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ تعارف کروایا کہ اللہ ایک ہے اللہ کا کوئی ساجھی نہیں ہے لیکن وہ بار بار کہے کہ نہیں اور لوگ بھی اللہ کے ساجھی ہیں کہے کہ اللہ کا لڑکا ہے یا کہے اللہ کی بیوی ہے تو یہ جھوٹ ہے اور یہ دراصل دین کا جھٹلانا ہے تو گویا کہ اللہ پر جھوٹ باندھنا کیا ہے؟ شرک کرنا۔ رسول کو جھٹلانا کیا ہے؟ اللہ پر جھوٹ باندھنا اور قرآن مجید کو جھٹلانا یہ بھی کیا ہے ؟ اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے اور آپ نے دیکھا تھا کہ 23جز کا جب اختتام ہوا تو اس میں سب سے آخر میں جو بات آئی تھی وہ کیا تھی؟ کہ لوگ قیامت کے دن اپنے رب کے آگے جھگڑے کریں گے۔ پچھلی آیت میں پڑھا تھا **ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ (31)** "آخرکار قیامت کے روز تم سب اپنے رب کے حضور اپنا اپنا مقدمہ پیش کرو گے (جھگڑے کریں گے)"۔ تو اصل میں یہ جو قیامت کے دن لوگ جھگڑے کریں گے تو یہ کس بات پر جھگڑا کریں گے کہ کافر بھی کوشش کرے گا حجت بازی کی اور ایمان لانے والے بھی کہ کسی طرح بچ بچا جائیں تو یہاں پر بھی اللہ رب العزت یہ بات بتا رہے ہیں کہ جس نے بھی اللہ کے بارے میں جھوٹ باندھا اللہ کے بارے میں ایسی بات کہی جو اللہ نے کہی نہیں ہے وہ بہت بڑا ظلم کرنے والا ہے تھوڑی دیر کے لئے اپنے اوپر اس بات کو لے کر آئیں آپ کے بارے میں کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ آپ نے یہ بات کہی ہے اور آپ نے کہی نہیں آپ کے اوپر کیا گزرے گی آپ تھوڑی دیر کے لئے اس کو محسوس کریں اور تصور کریں آپ نے وہ بات کہی نہیں اور کوئی آپ کو کہے کہ نہیں آپ نے کہی ہے کتنا برا حال ہوتا ہے آپ کا کتنا افسوس ہوتا ہے کتنا غم ہوتا ہے ہے کتنا رنج ہوتا ہے کہ میں نے کہا ہی نہیں اور مجھے کہا جا رہا ہے کہ تم نے کہا ہے پھر انسان سوچتا ہے کہ اچھا وہ شخص تو ایسا ہے وہ تو ایسا ہے ایسا ہے تو اب یہ کسی شخص کی بات نہیں ہو رہی اللہ تعالیٰ کی ہو رہی ہے اللہ کو جھٹلایا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ کی دعوت کو اس کے پیغام کو اس کے رسول کو جھٹلایا جا رہا ہے تو کہا لوگوں اس سے بڑھ کر کوئی ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ اور وہ **صِّدْقِ** کو جھٹلائے تو اب اگلی بات یہ ہے کہ **صِّدْقِ** کیا ہے اس سلسلے میں مفسرین کی کیا رائے ہے؟ **صِّدْقِ** کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ سچائی کے لئے **صِّدْقِ** کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور گویا کہ سچائی اور صدق اس کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہے اور وہ **صِدْق** کو جھٹلائے تو اس کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ صدق کے معنی ہیں **قرآن مجید** قرآن مجید سچائی ہے ،سچ ہے، حق ہے اللہ نے اس کو نازل کیا ہے اور کیا مراد ہے؟ **دین اسلام**، دین حق اور اس سے مراد کیا ہے؟ کلمہ توحید **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ** یہ بھی صدق ہے اس لئے کہ اس کائنات کی سب سے بڑی سچائی توحید ہے (ایک اللہ) تو جس نے توحید کا انکار کیا شرک کیا اس نے **صِدْق** کو جھٹلایا جس نے قرآن کا انکار کیا اس نے **صِدْق** کو جھٹلایا جس نے دین اسلام کا انکار کیا دراصل یہی وہ ظالم ہے جو **صِدْق** کو جھٹلاتا ہے اور اللہ رب العزت کا یہ کہنا کہ اس سے بڑھ کر جھوٹا کون ہو سکتا ہے جس نے **صِدْق** کو جھٹلایا اور بعض کہتے ہیں کہ صدق سے مراد **رسول اللہ** ﷺ بھی ہیں۔ سارے ہی معنی مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہی تو سچی بات قرآن کو لے کر آئے تو رسول اللہ کے ذریعے جب قرآن مجید پہنچا تو آپ بھی **صِدْق** کا ایک ذریعہ ہیں۔ **إِذْ جَاءَهُ** جب وہ آگیا اس کا مطلب کیا ہے کہ اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو انسان انکار کرتا ہے کہ پتہ نہیں اسکا وجود ہے بھی کے نہیں لیکن قرآن مجید کا صادق ہونا ایسے ہی ہے جیسے کہ دن کا روشن ہونا جیسے کہ سورج کا نکلنا تو اب کوئی سورج کو دیکھ کر بھی کہے کہ نہیں سورج نہیں نکلا تو وہ شخص بڑا جھوٹا ہے وہ آنکھیں بند کر لے اور کہے کہ سورج نہیں نکلا اچھا اب یہ کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔ **أَلَيْسَ فِي** کیا نہیں ہے **جَهَنَّمَ مَثْوًى** جہنم جس میں آباد کر دیا جائے۔ جو کہ ٹھکانہ بن جائے انسان جب مرتا ہے تو اب قبر اس کے لئے ٹھکانہ بن جاتی ہے اگلی زندگی میں جا کے انسان آباد ہوگا وہ جنت ہو یا جہنم۔ قبر اس کے لئے جنت

کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بن سکتی ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا اور ایسے تمام لوگ کفر کرنے والے ہیں جو سچائی کو جھٹلاتے ہیں کافرین **لِلْكَافِرِينَ** تو جہنم بہت ہولناک ہے جو بہت ہی دہکنے والی ہے جس میں ہر طرح کی تکلیف اور اذیت ہے جس کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا تو یہ جہنم جو ہے جہاں پہ ہر طرح کی ناخوشگواریاں ہوں گی تو یہ کفر کرنے والوں کا ٹھکانا بن جائے گی وہاں جا کے ان کو آباد ہونا پڑے گا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات کیا صرف مکہ کے کافروں کے لئے ہو رہی ہے یا پھر آج کے دور کے لوگ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں ایک انکار وہ کرتے تھے ایک آج کے کافر کرتے ہیں اور ایک آج کے مسلمان بھی کرتے ہیں قرآن کا انکار کہتے ہیں کچھ آیتوں پہ عمل ہو سکتا ہے کچھ پہ نہیں ہو سکتا صرف نظام عبادات پہ ہم چل سکتے ہیں معیشت کا نظام قرآن کا نہیں لے سکتے معاشرت کا بھی نہیں لے سکتے سیاست کا بھی نہیں لے سکتے ہے تو آج اسلام کو ہم نے عملی زندگی سے نکال دیا ہے اس کو صرف مسجد جائے نماز تک محدود کر دیا ہے تو یہ بھی ایک انکار ہے رسول اللہ ﷺ سے محبت کے دعوے تو کرتے ہیں لیکن سیرت پر عمل کرنے کو ہم راضی نہیں ہیں۔

ؔ سیرت پر عمل کیجئے کٹ جائے گی خود ہی
پاؤں میں جو حالات کی زنجیر پڑی ہے

تو اصل بات کیا ہے کہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کو اپنا معیار زندگی بنانا چاہئے اور جو بھی اس کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو اور کافر کون ہوتا ہے؟ کسان کو بھی کافر کہتے ہیں جو بیج کو مٹی میں چھپا دیتا ہے رات کو بھی **کافرۃ** کہا جاتا ہے کیوں اس لئے کہ رات دن کی روشنی کو چھپا دیتی ہے اور یہ کون سے کافر ہیں؟ جنہوں نے قرآن کا انکار کیا رسول کا انکار کیا توحید کا اللہ کا انکار کیا تو ان کے لئے جہنم ٹھکانا ہے تو فیصلہ کن انداز ہے عدالتِ الٰہی کا فیصلہ کیا ہے؟ کہ ایسے لوگ سارے کافر ہیں اور یہ جہنم میں جائیں گے ۔

آیت نمبر 33۔ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

ترجمہ۔ اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جنہوں نے اس کو سچ مانا، وہی عذاب سے بچنے والے ہیں

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ اور وہ شخص جو آیا **بِالصِّدْقِ** سچائی کے ساتھ اور وہ شخص جو سچائی کو لے کر آیا اب آپ دیکھ لیجئے کہ سچائی کو لے کر کون آیا؟ یہاں اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں تو وہ شخص جو سچائی کو لے کر آیا **بِالصِّدْقِ** اب آپ دیکھیں کہ اگر رات ہے اور ابھی دن نہیں نکلا تو انسان کہتا ہے پتہ نہیں نکلے گا کہ نہیں نکلے گا کسی چیز کے بارے میں کوئی تعارف کرواتا ہے کہ ایسی اور ایسی اور ایسی ہے وہ چیز لیکن جب تک سامنے نہیں آتی تو ایک شک اور تذبذب کی کیفیت ہو سکتی ہے لیکن جب سچائی حقیقت بن کر سامنے آ کر کھڑی ہو جائے جب دن روشن ہو جائے اور جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور وہ آئے تو اب لوگوں کو کیا کرنا چاہئے تھا ان کی تصدیق کرتے **وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ** اور رسول ﷺ جب آئے ان کے پاس **صِدْق** کے ساتھ قرآن کے ساتھ اللہ کے پیغام کے ساتھ جب وہ پیغمبر بنا کر مبعوث کر دئیے گئے **وَصَدَّقَ بِهِ** اور تصدیق کی اس کی **وَصَدَّقَ** جیسے ایک ہوتا ہے **صَادِق** یہ **کس** وزن پر ہے؟ **فَاعِل** اور فاعل جیسے کسی نے کام کیا جیسے **دَخِل** وہ داخل ہوا۔ **صَادِق** اور **صِدِّيق** میں کیا فرق ہے؟ **صَادِق** سچ بولنے والا **صِدِّيق** ہمیشہ سچ بولنے والا تو جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے پیغام لے کر آئے تو **وَصَدَّقَ** تصدیق کرنے والا ہے **بِهِ** اس کی تو سب سے پہلے رسول اللہ

ﷺ کی تصدیق کس نے کی؟ عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اور کہتے ہیں کہ یہاں پر مذکر کا صیغہ ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں ایک معنی یہ بھی لیا جاتا ہے کیونکہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے انہوں نے تصدیق کی تھی اور دوسرے معنی کیا ہیں کہ تصدیق کرنے میں سب مومن شامل ہیں اور "ہِ" کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کے لئے آئی ہے ، **بِهِ** جوکچھ آپ لے کر آئے اس کےساتھ، رسول کی رسالت، قرآن ، آپ کے پیغام سب کی وہ تصدیق کرتے ہیں اور جب رسول اللہ ﷺ معراج سے واپس ہوئے تو اہل مکہ نے کیا کیا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہ ان کو جا کر بتاتے ہیں تاکہ ان کو آپ ﷺ سے بدظن کیا جائے کہ آپ کا ساتھی آپ کا دوست رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ انہوں نے تو راتوں و رات آسمانوں کی بھی سیر کر لی تو اب آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ ایسا کہتے ہیں تو پھر سچ کہتے ہیں تو آپ کو صدیق کا لقب دے دیا گیا **أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ** یہی لوگ ہیں جو **مُتَّقُون** ہیں اور اس کے کیا معنی ہیں؟ کہ یہی لوگ ہیں جو کہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں یہی لوگ ہیں جو کہ پارسا ہیں۔ اہل مکہ پارسا بنتے ہیں وہ نیک بنتے ہیں لیکن حقیقی معنوں میں اللہ سے ڈرنے والے یہ لوگ ہیں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اوپر جہنم کا ذکر آیا ہے **أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ** تو **أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ** کے معنی ہیں کہ یہی لوگ ہیں جو کہ عذاب دوزخ سے محفوظ رہنے والے ہیں اُن کا ٹھکانہ جنت بنے گی ان کو اللہ تعالیٰ بچائیں گے جب کہ باقی کافر جہنم میں جھونک دئیے جائیں گے جہنم کو ان سے بھر دیا جائے گا تو ان کو بچا لیا جائے گا کتنے خوش قسمت ہیں کتنے اچھے ہیں یہ لوگ کہ تصدیق کی ایمان لائے اور صادق بنے **مُصَدِّق**۔ پیچھے تھا **كَذَّبَ** اور یہاں پر کیا ہے؟ **صَدَّقَ** یہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔

آیت نمبر 34۔ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ

ترجمہ۔ انہیں اپنے رب کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گے یہ ہے نیکی کرنے والوں کی جزا

لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے واسطے ہے **مَا يَشَاءُونَ** جو وہ چاہتے ہیں جو وہ چاہیں گے فعل مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں **عِنْدَ رَبِّهِمْ** اپنے رب کے پاس یعنی **عِنْدَ رَبِّهِمْ** کا معنی کیا ہیں؟ گویا کہ وہ لوگ اپنے رب سے جو کچھ چاہیں گے ان کی جو خواہش ہوگی جو چاہت ہوگی کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی اللہ ان کی ہر عرض پوری کر دے گا۔ **عِنْدَ رَبِّهِمْ** سے یہ بات بھی پتہ چلتی ہے بندوں کے لئے سب سے اونچا مرتبہ اللہ کا قُرب ہے کیوں **عِنْدَ رَبِّهِمْ** ان کے رب کے نزدیک تو اصل بات کیا ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کا یہ مرتبہ ہوگا کہ جو کچھ وہ چاہیں گے ان کو مل جائے گا۔ جنت کیا ہے؟ جنت میں ہر طرح کی خواہشات پوری ہوں گی لطیف ترین سرگرمیوں کی دنیا ہے اور نفیس دنیا ہے تو جو کچھ انسان مانگے گا وہاں ملے گا تو کیوں دل چھوٹا کریں کیوں پریشان ہوں کہ یہ میری تمنا تھی اور یہ میری خواہش تھی اور دنیا میں پوری نہیں ہوئی اور روئیں دھوئیں اور اپنے وقت کو ضائع کریں ایک لمحہ بھی کیوں ضائع کریں **ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ** یہ ہے بدلہ محسنین کا۔ محسن کی جمع ہے **مُحْسِنِين** اور **ذَٰلِكَ** ہے **هَذَا** کیوں نہیں آیا جو قریب کے لئے ہوتا ہے جب **ذَٰلِكَ** آتا ہے تو گویا کہ کسی چیز کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے بات کی جائے **"وہ" ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ** یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ اسی طرح سے جزاء کی تعظیم کے لئے آتا ہے اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ ہے بدلہ محسنین کا محسن کون ہوتے ہیں؟ جو صدیق ہوتے ہیں صدیق کون ہوتے ہیں؟ جو مومن ہوتے ہیں اور **مُحْسِنِين** کی تعریف کیا ہے؟ **الإِحْسَانِ۔ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ** (آپ نے اس کی تعریف یاد کرنی ہے)

أَنْ تَعْبُدَ اللہ كَأَنَّكَ تَرَاهُ گویا کہ تُو اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے کہ تُو اللہ کو دیکھتا ہے **فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ** پس اگر تُو نہیں دیکھتا اس کو (یعنی ایسے عبادت نہیں کر سکتا کہ گویا کہ تُو اس کو دیکھ رہا ہے) تو کیا کر **فَإِنَّهُ يَرَاكَ** گویا کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور یہ احسان کی تعریف ہمیں کیسے پتہ چلی تھی؟ حدیث جبرائیل سے۔ **ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ** احسان کے درجے کی نیکی ،بہترین ایک ہے عمل کرنا اور ایک ہے شوق اور رغبت سے کرنا ایک دن آپ کھانا ایسے ہی پکاتی ہیں اور ایک دن بہت رغبت اور محبت سے پکاتی ہیں۔ ایک شوہر کہنے لگے اللہ بھلا کرے مہمانوں کا کھانے کا مزہ آ جاتا ہے اور جب مہمان نہیں ہوتے تو حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ مہمان آتے رہنا چاہیں کیونکہ جب مہمان آتے ہیں تو ہم کھانا توجہ شوق اور لگن سے بناتے ہیں تو جنت کن لوگوں کو ملے گی **جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ** یہ ہے بدلہ احسان کے درجے کی نیکی کرنے والوں کا۔

آیت نمبر 35۔ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ
ترجمہ۔ تاکہ جو بد ترین اعمال انہوں نے کیے تھے انہیں اللہ ان کے حساب سے ساقط کر دے اور جو بہترین اعمال وہ کرتے رہے اُن کے لحاظ سے اُن کو اجر عطا فرمائے ۔

لِيُكَفِّرَ اللَّهُ تاکہ دور کر دے اللہ **عَنْهُمْ** ان سے۔ **لِيُكَفِّرَ "ل"** آیا ہے تاکہ ہٹا دے اللہ **"عَن"** بھی آیا گیا تاکہ ہٹا دے اللہ ان سے **أَسْوَأَ الَّذِي** یہ بھی **افعال تفضیل** آیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دور کر دے ان سے برائیاں **أَسْوَأَ سب سے بری** یعنی جو بھی برائیاں ہیں برے عمل ان نے کیے ہیں اللہ ان سے دور کر دے **الَّذِي عَمِلُوا** وہ جو انہوں نے کئے تو اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان برائیوں کو دور کر دیں جو انہوں نے کی ہیں **وَيَجْزِيَهُمْ** اور بدلے میں دے ان کو **أَجْرَهُمْ** ان کا اجر ،ان کا ثواب **بِأَحْسَنِ** اچھے کاموں کا۔ **أَسْوَأَ** کا متضاد **أَحْسَنِ** ہے۔ **أَحْسَنِ** کے معنی کیا ہیں ؟ بہترین ، سب سے اچھا **الَّذِي** وہ جو **كَانُوا** تھے وہ **يَعْمَلُونَ** عمل کرتے تو یہاں اللہ تعالیٰ یہ بات بتا رہے ہیں کہ انہوں نے جب اچھے عمل کیے تو اس کےصلے میں اللہ تعالیٰ کیا کریں گے؟ کہ ان سے برے عملوں کو دور کر دیں گے اور نیک کاموں کے بدلے ان کو ثواب دیں گے۔ یہ جو کچھ انسان چاہے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو عطا کرے گا یہ ایسے ہی تھوڑی ہو گا بلکہ یہ احسان کے درجے کی نیکی کرنے کی وجہ سےہو گا اور اس کا ایک فائدہ کیا ہوگااگر اس شخص نے کوئی برے کام بھی کیے ہیں **أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا** جو اس نے برے عمل کیے ہیں **لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ** اللہ اس سے ان کو دور کر دے گا ان کی حسرت مٹا دے گا ان کاعمل کتنا خوبصورت ہے یہ کتنی بڑی بات ہے کہ جو بھول چوک جو غلطی ہوئی ہے جو برے اعمال کے آثار اور نتائج ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ ان کے ہٹا دے گا تو یہاں پر یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ اچھے اعمال کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اچھے اعمال کا بدلہ تو دے گا ہی لیکن ساتھ کیا کرے گا کہ برے اعمال کے جو اثرات ہیں وہ بھی ہٹا دے گا تو اللہ تعالیٰ نے روز جزا کا دن اس لئے مقرر کیا ہے کہ نیک لوگوں کو ان کے اعمال کے تاریک پہلو سے بھی بچائے اور ان کے اعمال کا جو سب سے عالیٰ پہلو ہے اس کی برکتوں سے نوازے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ احسان کے درجے کی نیکی کریں تو اپنے دل کو اس بات پر راضی کر لیں کہ جو کچھ بھی ہم کریں گے ہمیں فوراً اس کی جزا یا سزا نہیں ملنے والی۔ کب ملے گی؟ اللہ کے پاس ملے گی اور پھر اللہ اس کا بدلہ کیا دے گا؟ کہ اگر کوئی **أَسْوَأَ** برے اعمال ہیں یا کوئی غلطیاں ہیں یا کوئی کمی بیشی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی دور کر دے گا اور نیک عملوں کا بدلہ ادا کرے گا **وَيَجْزِيَهُمْ** تاکہ وہ جزا دے **أَجْرَهُمْ** انکی مزدوری کی تنخواہ دے۔ ان کا اجر بھی **أَحْسَن** بہترین اچھا**الَّذِي عَمِلُوا** جو وہ کیا کرتے تھے۔ تو دو بدلے ہیں یہاں پر اور

کس چیز کا **الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ** جو وہ کیا کرتے تھے فعل مضارع کے ساتھ **کَانُوا** جب لگ جاتا ہے تو کیا بن جاتا ہے؟ ماضی استمراری کہ وہ کیا کرتے تھے۔

آیت نمبر 36. أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ

ترجمہ۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ اُس کے سوا دوسروں سے تم کو ڈراتے ہیں حالانکہ اللہ جسے گمراہی میں ڈال دے اُسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں

أَلَيْسَ کیا نہیں ہے **اللَّهُ** " **أَ** " یہاں پہ ہمزہ استفہام ہے کیا نہیں ہے اللہ **بِكَافٍ** کافی اور آپ پڑھی چکی ہیں کہ کفایت کرنا **كَفَ** تو کیا نہیں ہے اللہ کافی **عَبْدَهُ** اپنے بندے کے لئے۔ آیت نمبر 36 سے 52 تک ایک مضمون شروع ہوتا ہے اور اس میں کیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ ڈرایا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہیں گے تو ہمارے بت آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں دوسرا کیا تھا؟ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام اور اسلام پر چلنے والوں کو ختم کرنا چاہتے تھے کبھی مسلمانوں کو مارنے کی منصوبہ بندی کبھی آپ کو اپنی نظروں سے اور دنیا سے ہٹانا چاہتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے اور تسلی کا انداز بڑا ہی خوبصورت ہے بڑا ہی بہترین ہے۔ اللہ رب العزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں **أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ** کیا نہیں ہے اللہ کافی ہے **عَبْدَهُ** اپنے بندے کے لئے اب اس کے ایک معنی تو لئے ہیں مفسرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی ہے دوسرے معنی **عَبْدَهُ** سے مراد ہر وہ بندہ جو حقیقی معنی میں اللہ کا بندہ ہو تمام انبیاء اور مومنین اور نیک لوگ اس میں شامل ہیں جنہوں نے دنیا میں اللہ کی بندگی کی، دوسروں کا نہیں اللہ کا بندہ بن کر جئے ،وہ شرک کرنے والے نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں سوالیہ انداز ہے اور سوالیہ انداز سوچنے سمجھنے پر بھی آمادہ کرتا ہے اور نیکی کا شوق بھی پیدا کرتا ہے اور یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان لانے والوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ اے بندے اللہ ہی تیری حفاظت کے لئے کافی ہے اور انداز کیا ہے؟ کیا اللہ تمہاری حفاظت کے لئے کافی نہیں ہے؟ کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے؟ تو یہاں پہ بتایا جارہا ہے کہ اللہ پر ایمان لاکر عمل صالح کرنے والے جو عام طور پر یہ لگتا ہے یہ لوگ بڑے خطرے میں پڑ گئے ہیں جیسے کہ مکی دور کے مسلمان تھے لیکن ایک بات یاد رکھیے گا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ خطرے میں ہیں لیکن مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ جو ایمان لایا اس نے اپنا آپ اللہ کی حفاظت میں دے دیا اس نے اپنے آپ کو اللہ کی کفالت میں دے دیا اور اس بات پر ایمان ہونا چاہئے کہ ہاں اللہ میری حفاظت کے لئے کافی ہے اور اس ایمان کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیں کہ کیسے ہجرت کے سفر میں آپ کا ساتھ دیا کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو آخر وقت تک نہ چھوڑا کیسے آپ نے مکہ سے مدینہ تک کا سفر کیاحضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ابو بکر **لا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (التوبہ 40)** "غم نہ کر! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" اور اس احساس اور ایمان کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام آگ میں کود پڑے **حَسْبُنَا اللَّهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَى وَ نِعْمَ النَّصِيرُ** "ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے"۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کیا تھی؟ بہت مختصر تھی بہت محدود تھی بہت قلیل تھی اس کے باوجود وہ بدر کے میدان میں اتر پڑے وہ غزوۂ احزاب میں اتر پڑے تو کون کون سا موقع ہے کہ جس میں وہ نہیں اترے تو اصل بات کیا ہے؟ کہ ایمان لانے والا اپنے آپ کو اللہ کی کفایت میں دیتا ہے اور جب مومن خود کواللہ کی کفایت میں دیتا ہے تو اس کے مقابلے میں پہاڑ آئے تو پہاڑوں سے ٹکرا جاتا ہے اور پہاڑ پاش پاش ہو جاتے ہیں جیسے کہ افغان جب روس والوں سے ٹکرائے تو 80 کی دہائی میں

تقریباً دس سال کے قریب اس جنگ کے اثرات اور نتائج رہے ہیں اور آپ دیکھیں کہ سپر طاقت پاش پاش ہو گئی۔ تو بات کیا تھی یہ یقین ہونا چاہئے مسلمان کو کہ **أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ** کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ ہمیں اس کا کیا جواب دینا چاہئے؟ **بلیٰ** ہاں کیوں نہیں اے اللہ میں اس پر یقین رکھتی ہوں کہ تو میرے لئے کافی ہے۔ اس سے مجھے اور آپ کو کیا بات پتہ چلتی ہے کہ دین پر عمل کرتے وقت، حجاب لیتے وقت داڑھی رکھتے وقت ،نماز پڑھتے وقت ،حرام پر حلال کو ترجیح دیتے وقت، نیکی کا ساتھ دیتے وقت، حق کی تلوار بنتے وقت، اسلام کا جھنڈا بنتے وقت یہ احساس ہمارے دلوں میں جاگزیں رہنا چاہئے کہ ہاں اللہ میرے لئے کافی ہے

ے کیا غم ہے اگر ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

وَيُخَوِّفُونَكَ اور وہ تجھ کو ڈراتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ اے محمد ﷺ یہ کیسے لوگ ہیں یہ آپ کو ڈراتے ہیں یہ آپ کو خوفزدہ کرتے ہیں۔ کیا خوف دلاتے تھے؟ وہ کہتے تھے کہ بت ناراض ہو جائیں گے تو بتوں کی مار تجھ پر پڑ جائے گی۔ تو یہ اہلِ مکہ آپ کو ڈراتے ہیں **بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ** ان لوگوں سے جو اس کے سوا ہیں تو اس کے سوا وہ کیا چیزیں تھیں جن سے ڈراتے تھے ؟ ان کے جو معبود تھے، ان کی جو دیویاں تھیں ،جو دیوتا تھے تو وہ ان سے رسول اللہ ﷺ کو اور ایمان لانے والوں کو ڈرایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں **وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ** اور جسے اللہ گمراہ کر دے اور جسے اللہ راستے سے ہٹا دے اور جس کو اللہ راہ بھلا دے تو کوئی نہیں اس کو راہ دکھانے والا تو کیا بات کہی جا رہی ہے کہ اے نادانوں! اے جاہلوں! تم اپنے بتوں سے رسول کو ڈراتے ہو تم نادان ہو لوگوں کو اللہ سے ڈرنا اور ڈرانا چاہئے تو جسے اللہ گمراہ کر دے اس کی راہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس کے معنی کیا ہیں؟ کہ جو خود صراط مستقیم پر چلنا نہیں چاہتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اس کو صراط مستقیم پر چلاتے نہیں ہیں تو جو پیغام یہاں پہ ہمیں ملتا ہے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اللہ رب العزت اس بات کو کھول کھول کر ہمارے سامنے رکھتے ہیں کہ جو چاہتا ہے اللہ اس کو ہدایت دے دیتا ہے جو نہیں چاہتا تو اللہ کی ہدایت اتنی سستی نہیں ہے کہ ایسے ہی اللہ بانٹ دے

آیت نمبر 37۔ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ
ترجمہ۔ اور جسے وہ ہدایت دے اُسے بھٹکانے والا بھی کوئی نہیں، کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟

وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ اور جس کو اللہ ہدایت دے دے۔ **هَدْيٌ ، هُدًى اور هَدَيْت** سیدھے راستے پر چلنا، ہادی چلانے والا تو اصل ہادی تو اللہ ہے اور جس کو اللہ ہدایت دے **فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ** پس نہیں ہے کوئی اس کے لئے گمراہ کرنے والا اور یہاں پر **مُضِلٍّ** استعمال ہوا ہے اور یہ مبالغے کا صیغہ ہے اور فاعل کے وزن پر ہے **مُضِلٍّ** کہ نہیں ہے اس کے لئے کوئی بھی گمراہ کرنے والا تو اصل بات یہ ہے کہ جو بھی صراط مستقیم پر چلتا ہے تو در حقیقت چلنا چاہتا ہے تو اللہ اس کو چلا دیتا ہے اور جب اللہ چلا دیتا ہے اللہ راہنمائی کر دیتا ہے تو پھر وہ ایسا شخص بن جاتا ہے کہ کوئی اس کو راہِ راست سے ہٹا نہیں سکتا جیسے اہلِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ہدایت سے پھرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی مداہنت کے لئے مصالحت کے لئے کتنی باتیں رکھیں فرمایا : " چچا ! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھ دیں اور

یہ مطالبہ کریں کہ یہ کام چھوڑ دو تو یہ نہیں ہوسکتا ، میں یہ کام کرتارہوں گا جب تک یہ دین غالب نہیں ہوجاتا یا میں ہلاک نہیں ہوجاتا۔ اور وہ سورج چاند انکے ہاتھ پر رکھ بھی نہیں سکتے تھے جس طرح یہ ناممکن ہے کہ تم یہ چیزیں کر سکو اس سے بڑھ کر یہ نا ممکن ہے کہ توحید کا جو بیج میرے سینے میں لگ چکا ہے اس کو میں تمہاری باتوں کی وجہ سے تمہارے کہنے پر چھوڑ دوں بڑا سخت انداز ہے سوالیہ انداز ہے اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں **أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ** کہ کیا اللہ نہیں ہے **عَزِيزٍ** اور **ذِي انْتِقَامٍ** انتقام لینے والا اس کے کیا معنی ہیں؟ کہ کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے کیا وہ **عَزِيز** نہیں ہے؟ معنی یہ ہیں کہ کیا اللہ بدلہ لینے والا نہیں ہے۔ کیا وہ غالب نہیں ہے؟ **ذِي انْتِقَامٍ** انتقام لینا تو وہ لوگ جو کہ شرک کر رہے ہیں وہ لوگ جو جھوٹ بول رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ غالب ہے عزیز ہے وہ ان سے بدلہ لے گا اور اس کے ساتھ وہ **مُقتَدِر** بھی ہے وہ عدل کرے گا وہ انتقام لے گا تو کیا کرنا چاہئے؟ لوگوں کو چاہئے کہ اللہ ہی کو اپنا وکیل بنا لیں اللہ ہی پر اپنا بھروسہ رکھینے

آیت نمبر 38- وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ

ترجمہ۔ اِن لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے اِن سے کہو، جب حقیقت یہ ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں، جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، مجھے اُس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچا لیں گی؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکیں گی؟ بس ان سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں ۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ اور اگر تم ان سے سوال کرو اب یہاں پر آپ دیکھئے بڑی خوبصورت دلیل دی جا رہی ہے اور یہ دلیل کس سے ہے کائنات سے کہ اگر آپ ان سے پوچھیں **مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ** کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو **لَيَقُولُنَّ اللَّهُ** ضرور با ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ تو اہل مکہ کے سامنے ایک سوال رکھا جا رہا ہے کہ آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ **السَّمَاوَاتِ** جمع استعمال کیا **الْأَرْضَ** کو واحد کیوں استعمال کیا جبکہ آپ کو یہ بات پتہ ہے کہ ارض ایک نہیں ہے کتنی زمینیں ہیں ؟ 7-آپ قرآن میں پڑھ چکی ہیں تو کیوں پھر اس کو واحد استعمال کیا گیا؟ یہ اسم جنس ہے۔ تو اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا آپ ان سے یہ بات پوچھیں یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے تو اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ اہل مکہ خالق کائنات اللہ ہی کو مانتے تھے **قُلْ** آپ ان سے کہئے **أَفَرَأَيْتُمْ** کیا تم دیکھتے ہو؟ **مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ** کس کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا۔ اے محمد ﷺ آپ ان سے پوچھئے کہ اہل مکہ **تَدْعُونَ** تم کس کو پکارتے ہو اللہ کے سوا **دَعَا** کے ایک معنی ہوتے ہیں پکارنا بلانا دوسرے معنی ہوتے ہیں عبادت کرنا جیسے پوجا پاٹ کرنا تو اب کیا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ اہل مکہ سے پوچھئے تو سہی ذرا سوال تو کیجئے کہ تم اللہ کے سوا کسے پکارتے ہو یا پھر کہ تم اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو **إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ** اگر اللہ ارادہ کرے میرے ساتھ کیونکہ **أَرَادَنِيَ** ہے تو جب اللہ ارادہ کرے میرے ساتھ کیا ارادہ کرے؟ **بِضُرٍّ** ضرر نقصان مصیبت پریشانی تکلیف کہ جب اللہ تعالی میرے ساتھ ارادہ کرے تکلیف پہنچانے کا اب ارادہ ہے کہ تکلیف پہنچانی ہے اور ارادہ ہے اللہ کا **هَلْ هُنَّ** کیا وہ **هُنَّ** کی ضمیر کس کے لئے آئی ہے؟ ان معبودوں کے لئے **مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ** جن کو اہل مکہ اللہ کے سوا پکارتے تھے یا جن کی پوجا پاٹ کرتے تھے **هُنَّ** وہ **كَاشِفَاتُ** یہ اسم فاعل ہے اور **كَاشِفَةٌ** کی جمع ہے اور یہ جمع مؤنث کا صیغہ ہے اور **كَشْف** کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ ہٹانا،

دور کرنا جیسے مثلا کسی پر کوئی چیز لگ جائے آ کر تو اس کو ہٹا کر انسان دور کر دے۔ آپ بیٹھی ہوئی ہیں کوئی چیز آپ پر آ کر گر گئی ہے تو آپ اس کو دور کر دیں اب یہاں کہا کہ جو مصیبت اللہ دینے کا ارادہ رکھتا ہے مصیبت کسی پر پڑ گئی ہے مصیبت کیا پڑی؟ کہ کوئی بیماری ہے، کوئی تنگی آ گئی، محتاجی آ گئی آ کے ساتھ جڑ گئی ہے تو کیا ان کے یہ بت اور معبود **كَاشِفَاتُ** ہٹانے والے ہیں **ضُرِّهِ** اس کی تکلیف کو یہاں پر بڑا خوبصورت انداز ہے اور اللہ رب العزت اہل مکہ کو مخاطب کر کے کیا کہہ رہے ہیں کہ خالق تو تم نے اللہ کو مان لیا اب یہ تو بتلاؤ کہ اللہ کے سوا جن معبودوں کو پوجتے ہو اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا یہ معبود اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں ایک سوالیہ انداز ہے مثال کے طور پر کہ کوئی تکلیف آ جائے اگر مجھ پر رسول اللہ ﷺ پر تو کیا ان کے بت اس کو دور کر سکتے ہیں **ضُرِّهِ** اللہ کی لائی ہوئی اس تکلیف کو **أَوْ أَرَادَنِي** اگر وہ ارادہ کرے کون؟ اللہ تعالی **بِرَحْمَةٍ** رحمت پہنچانے کا **هَلْ هُنَّ** کیا وہ **هُنَّ** سے مراد ان کے وہی معبود ہیں ان کی جو فرضی دیویاں ہیں کیا وہ **مُمْسِكَاتُ** اور یہ **مُمْسِكَةٌ** کی جمع ہے تو کیا وہ روکنے والیاں ہیں **رَحْمَتِهِ** اس کی رحمت کو یہاں **كَاشِفَاتُ** کا متضاد استعمال ہوا کہ اس کو ہٹا دینا اور **مُمْسِكَاتُ** کیا ہے؟ کہ اس کو روک لینا اپنے پاس ٹھہرا لینا تو کیا ان کی دیویاں روک سکتی ہیں **رَحْمَتِهِ** اللہ کی رحمت کو گویا کہ یہاں یہ پوچھا یہ جارہا ہے کہ بتاؤ رحمتوں کو بانٹنے والا اور مشکل کشاء کون ہے؟ مشکل ڈالتا بھی اللہ ہے اور ہٹاتا بھی اللہ ہے۔ رحمتیں دینے والا بھی اللہ ہے اور رحمتوں سے محروم کرنے والا بھی اللہ ہے تو اگر اللہ کوئی مشکل ڈالے تو کیا یہ دیویاں ہٹا سکتی ہیں کچھ مدد کر سکتی ہیں اور اگر اللہ رحمتیں بانٹ رہا ہو تو کیا ان کے کہنے پر ان کی دیویاں ان کی مدد کر سکتی ہیں کہ رحمتوں کو روک دیں تو یہ بڑا ہی خوبصورت انداز ہے اور یہاں پر جو بات بتائی جا رہی ہے وہ دراصل یہ ہے کہ مشرکین یہ سوچتے تھے کہ ان کی دیویاں اور ان کے بت نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں تو ان کا جو یہ عقیدہ تھا اللہ تعالیٰ اس کا رد کر رہے ہیں۔ سوالیہ انداز میں کہ ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے ٹھہرائے بت اور معبود جو ہیں یہ اللہ کی دی ہوئی رحمت کو ہٹا سکتے ہیں یا اللہ کی لائی مصیبت کو دور کر سکتے ہیں کچھ کر سکتے ہیں پھر کہا **قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ** کہہ دیجئے کافی ہے مجھ کو اللہ **عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ** اسی پر توکل کرنے والوں کو توکل کرنا چاہئے اب آپ دیکھ لیجئے **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ وَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيرُ** تو اب یہ بتایا جارہا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ میرا بھروسہ اور اعتماد اللہ پر ہے اور اللہ ہی میری مدد کرنے والا ہے اور میں اللہ پر توکل کرنے والا ہوں تو گویا کہ پوری آیت کا نچوڑ یہ ہے کہ تمہارے معبودوں کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ہی نقصان تو پھر ان پر کیسا توکل تو توکل تو اس پر کرنا چاہئے جو نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہو۔ توکل کی حقیقت کیا ہے؟ کسی پر ایسا اعتماد اور بھروسہ کہ وہ میرے نقصان کو دور کرے گا اور وہ مجھے فائدہ پہنچائے گا تو اس کو توکل کہتے ہیں آپ دیکھیں آپ کس کو وکیل بناتے ہیں؟ دنیا میں بھی جو مصیبت ہوتی ہے انسان کس کو وکیل بناتا ہے؟ وہ جو مصیبت سے نکال سکے اتنا سمجھدار ہو اور اس کے بعد آپ پورا کیس اس کے حوالے کر سکیں اور پھر وہ آپ کو نفع دے سکے تو توکل کی تعریف یہ ہے کہ **جَلَبَ الْمُنْفَعَةَ دَفَعَ الْمُضْرَةَ ۔ اَجْلَبَ** کا مطلب کیا ہے؟ کھینچ کر لا ، چڑھا لا تو **جَلَبَ الْمُنْفَعَةَ** کا مطلب کیا ہے؟ نفع کھینچ کر لانا **دَفَعَ الْمُضْرَةَ ۔** دفع کرنا / دور کرنا /ہٹانا نقصان کو اور فائدہ کھینچ کر لانا تو اللہ تعالی خود کہتے ہیں **وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ(122- آل عمران)** اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے اسی طرح سورت طلاق آیت 3 میں ہے **وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ(3- الطلاق)**جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت سے 70000 آدمی بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور ان میں کون کون سے لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ ہیں جو

نہ داغ لگواتے ہیں نہ گنڈہ تعویز کراتے ہیں نہ فال لیتے ہیں۔ (مثلاً اب صفر کا مہینہ ہے اور لوگ اسے غلط فال لیتے جا رہے ہیں تو کیا ہے؟ وہ فال نہیں لیتے بس اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے) تو **تَوَكُّل** کی بنیاد کیا ہے ؟ **تَوَكُّل** کیا ہے؟ پہلی اس کی بنیاد یہ ہے کہ اس بات کی دل تصدیق کرے کہ اللہ ہی عبادت کے لائق ہے اللہ ہی قادر ہے قدرت اللہ کے پاس ہے اور دوسری بات کیا کہ خالق بھی اللہ ہی ہے اور تیسری بات پھر انسان کو کیا پتہ چلتی ہے کہ جب خالق اللہ جب قادر اللہ تو انسان اللہ ہی سے ڈرتا ہے اسی سے امید رکھتا ہے اسی پر اعتماد کرتا ہے اور اسی پر توکل کرتا ہے پھر انسان جم جاتا ہے مثلا آپ نے کھیتی میں بیج ڈالا آپ نے کھاد ڈالی آپ نے گوڈی کی سارا کچھ کیا اور پھر آپ کیا کرتے ہیں سارے اسباب کرنے کے بعد آپ کا انحصار بادل پر نہیں ہے آپ کا انحصار کس پر ہے؟ اللہ پر ہے۔ کشتی آپ نے سمندر میں ڈال دی سمندر میں کشتی ڈالنا اسباب ہے ہواؤں کا چلانا یہ اللہ پر ہے اللہ قدیر ہے اللہ ہواؤں کو چلائے گا۔ تدبیر کرنا، وسائل اور اسباب کا اختیار کرنا یہ توکل کے منافع نہیں ہے اگرکوئی شخص کوئی تدبیر نہ کرے کوئی وسائل اختیار نہ کرے اور کہے کہ نہیں میرا بھروسہ تو اللہ پر ہے یہ توکل نہیں ہے توکل کا مطلب پھر کیا ہے؟ کہ اسباب اختیار کیے جائیں اور اس کے بعد انسان اللہ پر بھروسہ کرے مثلا اگر کوئی شخص ہے وہ یہ کہتا ہے بھوک تو بہت لگی بھی ہے لیکن نہ وہ کھانا پکاتا ہے نہ وہ کھانا کھاتا ہے نہ لقمہ توڑتا ہے نہ منہ میں ڈالتا ہے اور کہتا ہےکہ میرا اللہ پر توکل ہے **حَسْبِيَ اللّٰهُ** تو کھانا تو اس کے منہ میں نہیں جائے گا تو یہ چیز توکل کے خلاف ہے تو کوشش کرنی ہے اسباب اختیار کرنے ہیں پھر اس کے بعد توکل اللہ پر کرنا ہے تو توکل کے لئے کیا ضروری ہے اسباب کو اختیار کرنا تاکہ ان سے نفع حاصل کیا جا سکے پھر دوسری بات کیا ہے کہ جب اسباب کو اختیار کیا جائے تو پھر اسباب اختیارکرنے کا انداز کیا ہونا چاہئے کہ وہ بہترین اسباب اختیار کرے مثلاً اب یہ نہیں کہ سفر تو شروع کر دیا ہے اور انسان کہے کہ اچھا اب زادہ راہ خود ہی مل جائے گا تو کچھ نہ کچھ اس کو سبب اختیار کرنا چاہئے سفر بھی ایک سبب ہے لیکن سفر کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں وہ اپنے ساتھ رکھے غور و فکر سے کام لے اور اب راستہ وہ جاننا چاہتا ہے تو کہے کہ نہیں راستے میں کہیں سے معلوم ہو جائے گا نہیں کسی واقف کار سے اس کو راستہ معلوم کرنا چاہئے وہ غلط ہاتھ چڑھ سکتا ہے اسی طرح اس کا ایک تیسرا درجہ بھی ہے اور کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا متوکل وہ ہے جو زمین میں بیج ڈالے اور پھر اللہ پر توکل کرے (محنت کرنا)۔ اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ بنو نضیر کی کھجوروں کو بیچ دیا کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کے لئے سال بھر کا خرچ رکھ لیا کرتے تھے (ضرورت کے مطابق رکھنا)۔ پھر اسی طرح ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اللہ کے رسول میں اونٹ کا گھٹنا باندھ کر توکل کروں یا اونٹ کو کھلا چھوڑ دوں تو آپ نے فرمایا اس کو باندھ اور پھر توکل کر۔ تو کیا بات پتہ چلی کہ توکل کیا ہے؟ کہ کسی پر ایسا بھروسہ اور اعتماد کرنا جو مجھے **جَلَبَ الْمُنْفَعَةَ** فائدہ دے سکتا ہے **دَفَعَ المُضْرَةً ۔** اور میرے سے نقصان کو دور کر سکتا ہے تو تدبیر وسائل اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے اور ایسا نہیں ہے کہ بس توکل کر کے بیٹھ جائیں اور کریں کرائیں کچھ نہیں تو اسی سے پھر کیا بات پتہ چلتی ہے۔

ے مالی دا کم پانی دینا، بَھر بَھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پَھل پُھل لانا، لاوے یا نہ لاوے

آیت نمبر 39۔ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ

ترجمہ۔ ان سے صاف کہو کہ "اے میری قوم کے لوگو، تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا رہوں گا، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا

قُلْ اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے **يَا قَوْمِ** اے میری قوم کے لوگوں **اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ** کہ تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ یعنی تم جو نقصان پہنچانا چاہتے ہو جو مخالفت کرنا چاہتے ہو کرتے جاؤ کوئی کسر باقی نہ چھوڑو **إِنِّي عَامِلٌ** میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔ میرا مشن ہے پیغمبری کا اور دعویٰ کا میں بھی اس کو سر انجام دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑوں گا تو لوگوں کان کھول کے سن لو اگر تم اپنے باطل عقیدے نہیں چھوڑتے تو میں بھی عقیدہ توحید ہرگز نہیں چھوڑوں گا **فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ** عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔

آیت نمبر 40۔ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ
ترجمہ۔ کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کسے وہ سزا ملتی ہے جو کبھی ٹلنے والی نہیں"

مَنْ يَأْتِيهِ کون ہے آتا ہے جس پر یعنی جلدی پتہ چل جائے گا کہ **مَنْ** کہ کون ہے **يَأْتِيهِ آتا** ہے اس پر آتا ہے **عَذَابٌ** عَذَاب **يُخْزِيهِ** جو کہ اس کو رسوا کر دے گا یعنی دنیا ہی میں پتہ چل جائے گا کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے **وَيَحِلُّ** اور اترتا ہے حَلاًّ ، يَحَلُّو اس کے معنی ہیں مسافر کا اپنے سامان کو کھولنا، سامان کی گرہ کو کھولنا تو اسی سے حلال ہونا۔ تو مسافر کہیں اترتا تھا اپنے سامان کو کھولتا تھا **وَيَحِلُّ عَلَيْهِ** اور اترتا ہے اس پر اور حلال ہو جاتا ہے اس پر **عَذَابٌ مُقِيمٌ** عذاب ہمیشہ کا تو **عَذَابٌ مُقِيمٌ** سے مراد وہ ایسا عذاب ہے جو کہ اللہ کی طرف سے آئے گا اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد پہلے دنیا کا عذاب ہے جیسے **عَذَابٌ يُخْزِيهِ** تو غزوۂ بدر میں انہیں رسواکن عذاب ملا اور **عَذَابٌ مُقِيمٌ** سے مراد دائمی عذاب ہے آخرت کا عذاب ہے تو یہاں پر رسول اللہ ﷺ کو ایمان لانے والوں کو تسلی دی جارہی ہے۔

آیت نمبر 41۔ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ
ترجمہ۔ اے نبی ﷺ) ہم نے سب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کر دی ہے اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا اپنے لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا اُس کے بھٹکنے کا وبال اُسی پر ہوگا، تم اُن کے ذمہ دار نہیں ہو۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فرمایا اے محمد ﷺ اے نبی ہم نے سب انسانوں کے لئے یہ کتاب برحق آپ پر نازل کی ہے **فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ** پس جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا تو اپنے ہی لئے کرے گا **ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا** اور جو بھٹکے گا تو اس کے بھٹکنے کا جو وبال ہے جو سزا ہے اسی پر ہوگی **وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ** اور تم ان کے کوئی ذمہ دار نہیں ہو یعنی تمہارا کام کیا ہے کہ بس ان کو حق بات پہنچاؤ انہیں زبردستی ہدایت کی طرف لانا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے آپ کا یہ مشن نہیں ہے کہ زبردستی انہیں ایمان پر لاکر ہی چھوڑیں۔ آپ ﷺ ان کے وکیل نہیں ہیں کوئی ان کے داروغہ نہیں ہیں اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ ہر شخص اپنے عملوں کا خود ذمہ دار ہے اور اگر کوئی ہدایت پر چلے

گا تو اپنا ہی فائدہ کرے گا اور جو نہیں چلے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ آیت نمبر 42 میں اللہ رب العزت نے توحید اور آخرت کے دلائل دیئے ہیں بعض نشانیوں کی طرف اشارہ کیا ہے

آیت نمبر 42۔ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

ترجمہ۔وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا ہے اُس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے، پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اُسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقت مقرر کے لیے واپس بھیج دیتا ہے اِس میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا اب اللہ تعالیٰ کا تعارف کروایا جا رہا ہے کہ یہ تمہارے بت نہیں کرتے نا ہی تمہاری دیویاں یہ کام کرتی ہیں کون کرتا ہے؟اللہ۔ **اللَّهُ يَتَوَفَّى** کہ وہ قبض کرتا ہے **الْأَنْفُسَ** روحیں نفس واحد ہے **أَنْفُس** جمع ہے وہ اللہ ہی تو ہے جو کہ روحوں کو قبض کرتا ہے **حِينَ مَوْتِهَا** موت کے وقت **حِينَ** جب **مَوْتِهَا** انسان کی موت کے وقت تو وہ اللہ ہی تو ہے جو کہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کرتا ہے **وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ** اور وہ جو ابھی مرا نہیں ہے **فِي مَنَامِهَا** تو اس کی روح کو اللہ نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ ایک تو یہ ہے کہ کوئی مر جاتا ہے تو اس کی روح کس نے قبض کی اللہ تعالی نے دوسرا یہ مرا نہیں ہے دنیا میں موجود ہے لیکن جب وہ نیند کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کو احساس نہیں ہوتا وہ بولتا نہیں ہے اس کو فہم نہیں ہوتا اس کے جو احساسات، ارادہ اور اختیار سب معطل ہو جاتا ہے تو یہ کون کرتا ہے؟ یہ اللہ ہی کرتا ہے محاورہ بھی آپ نے سنا ہوگا "سویا اور مرا برابر "تو اب یہاں پر اللہ رب العزت کا تعارف کروایا جا رہا ہے کہ یہ اللہ کرتا ہے **فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ۔ فَيُمْسِكُ** فرمایا پس وہ روک لیتا ہے **الَّتِي** وہ جو **قَضَىٰ عَلَيْهَا** حُکم کرتا ہے اس پر یعنی ایسا شخص یا ایسی روح جس کے لئے وہ موت کا فیصلہ کر دیتا ہے تو کیا کرتا ہے **؟فَيُمْسِكُ** اس کو روک لیتا ہے۔ اب بہت سے لوگ سوتے ہیں اور صبح پھر بیدار ہوتے ہیں اور کئی لوگ ایسے ہیں کہ رات کے وقت وہ سوئے پھر وہ صبح نہیں اٹھے پھر وہ مر گئے کیوں **فَيُمْسِكُ** پھر اس نے روک لیا قبض کر لیا **الَّتِي** وہ جو **قَضَىٰ عَلَيْهَا** حُکم کرتا ہے اس پر **الْمَوْتَ** موت کا پھر وہ جس پر نیند کی حالت میں موت کا فیصلہ نافذ کر دیتا ہے تو اسے روک لیتا ہے **وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ** اور وہ بھیج دیتا ہے دوسری باقی روحوں کو **إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى** ایک وقت مقرر تک **إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ** اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے اختیارات کا احساس دلانا چاہتے ہیں کہ موت اللہ کے ہاتھ میں ہے زندگی اللہ کے قبضے میں ہے کسی شخص کو یہ ضمانت حاصل نہیں کہ رات کو جب وہ سوئے تو صبح لازماً زندہ اٹھے گا کسی کو معلوم نہیں کہ ایک گھڑی کے بعد اگلا لمحہ اس پر آئے گا وہ زندگی کا آئے گا یا موت کا آئے گا تو ہر شخص ہر وقت سوتے میں جاگتے گھر بیٹھے چلتے پھرتے ایک نامعلوم کیفیت سے دوچار ہے۔ انسان اللہ کے ہاتھوں بے بس ہے اور کیسا نادان ہے یہ انسان کہ پھر اللہ سے ہی غافل ہو جاتا ہے۔ اللہ کو بھول جاتا ہے۔ آج ہی ہمارے گھر میں ایک خاتون آئی تھیں ملنے کے لئے تو ایک دو سال پہلے کی بات ہے یہیں کینیڈا میں ان کے میاں ڈیوٹی پر گئے ہوئے تھے برفباری کا موسم تھا اس دن بڑا زور کا طوفان تھا اور ان کے میاں دفتری اوقات میں گاڑی میں کوئی چیز دینے دوسری جگہ گئے راستے میں برف بہت پڑ رہی تھی اور گاڑی میں شاید ان کو دل کا دورہ پڑا اور گاڑی چل رہی تھی لیکن وہ اندر فوت ہو گئے تھے اور

گاڑی بے قابو تھی اور پولیس نے جب اس کو کھولا دیکھا تو اس کے گھر اطلاع آئی کہ تمہارے میاں کی موت ہوگئی حالانکہ وہ ٹھیک تھے نوکری پر گئے تھے گاڑی چلاتے چلاتے ان کی وفات ہوگئی اسی طرح ہمارے جاننے والوں میں سے کسی نے بتایا کہ ان کے شوہر رات کو سوئے اور پھر صبح وہ انتظار کر رہی تھیں کہ اٹھیں لیکن میاں تو فوت ہو چکے تھے اور اسی طرح میری ایک دوست بتا رہی تھیں کہ ہم اپنی امی کے پاس ایسے نیچے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ہماری امی کی گردن لڑک گئی ہے تو ہم بڑے حیران ہوئے اور ہم چیخنے لگے کہ امی امی لیکن امی فوت ہوگئی تھیں اب آپ دیکھیں کہ لمحوں کی بات ہے تو لمحے کی خبر نہیں اور سو برس کا انسان انتظام کرتا ہے اس کی منصوبہ بندی کرتا ہے لیکن اگلے لمحے کا نہیں پتہ کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے تو یہاں پر بھی اللہ رب العزت نے آیت نمبر 42 میں یہ احساس دلایا ہے کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جو نیند ہے یہ بھی موت کی بہن ہے کچھ لوگ سوتے ہیں پھر بیدار ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کو اللہ نیند کی حالت میں ہی موت دے دیتا ہے

آیت نمبر 43۔ أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۚ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ
ترجمہ۔ کیا اُس خدا کو چھوڑ کر اِن لوگوں نے دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے؟ ان سے کہو، کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ اُن کے اختیار میں کچھ نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہوں؟

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ کیا اس خدا کو چھوڑ کر ان لوگوں نے دوسروں کو اپنا شفیع بنا رکھا ہے یعنی ان کے جو معبود ہیں یا انہوں نے جو دیویاں بنا رکھی ہیں تو کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس بڑا زور ہے تو اللہ کے پاس یہ سفارش کر سکیں گے یا یہ جو ان کی دیویاں ہیں یہ اپنے زور سے کام چلوا دیں گے **قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ** ان سے کہو کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ ان کے اختیار میں کچھ نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہو

آیت نمبر 44۔ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۖ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ
ترجمہ۔ کہو، شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے پھر اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا کہو شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے اب آپ دیکھیں کہ یہاں پر **شَفَاعَةُ** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ شفاعت تھوڑی نہیں ساری کی ساری اللہ کے ہاتھ میں ہے **الشَّفَاعَةُ** کا مادہ ہے **(ش ف ع)** اور اس کے معنی ہیں جوڑا اور جب کوئی کسی کی سفارش کرتا ہے تو اس کی رائے میں اپنی رائے ملاتا ہے یعنی ایک چیز کو اس جیسی دوسری چیز کے ساتھ ملا دیں تو جوڑا بن جاتا ہے تو اس کو کہتے ہیں شفاعت کرنا، سفارش کرنا **قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۖ** کہو شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں اس کا معنی کیا ہے؟ کہ کسی کے پاس اختیار نہیں ہے اور کسی کے پاس زور نہیں ہے اور اللہ نے یہ اختیار کسی کو دیا بھی نہیں ہے۔ ساری کی ساری شفاعت اللہ کے ہاتھ میں ہے **لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ** آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے پھر اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو **ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ** آیت کا یہ حصہ بہت ڈراتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں جتنا چاہو شرک کرلو جتنی چاہو نافرمانی کرلو جتنے چاہو غلط عقیدے گھڑلو کہ فلاں سفارش کردے گا لیکن یہاں بتایا جارہا ہے کہ لوگوں جاؤ گے کہاں آخر اللہ کے پاس پیش تو ہونا ہے

آیت نمبر 45۔ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ

ترجمہ۔ جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں، اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکایک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے **اِشْمَأَزَّتْ** اس کا مادہ ہے **(ش م ز)** اس کا مطلب ہوتا ہے کسی ناپسندیدہ چیز سے دل گرفتہ ہو کر رُک جانا ، نفرت کرنا جیسے غم اور غصے سے اس طرح بھر جانا کے چہرے سے نفرت کا اظہار ہو تو یہ ہے **اِشْمَأَزَّتْ** فرمایا کہ جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے **قُلُوبُ** تو دل **الَّذِينَ** ان لوگوں کے **لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ** جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تو ان کے دل کیسے ہوتے ہیں؟ **اِشْمَأَزَّتْ** تو ان کے دل کُڑھتے ہیں ،ان کے دل نفرت سے بھر جاتے ہیں ان کے دلوں کے اندر جو نفرت ہوتی ہے اس کا اظہار ان کے چہروں سے ہوتا ہے تو جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رہتے تو ان کے دل کُڑھنے لگتے ہیں ان کے دل رک جاتے ہیں ان کے چہروں سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ دل کے اندر عقیدہ نہیں ہے تو چہرہ اس کی عکاسی کرتا ہے **وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ** اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے **إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔ إِذَا** اس کے معنی کیا ہیں؟ اسی وقت **هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ** وہ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں اب یہاں پر بتایا جا رہا ہے کہ توحید کے ذکر سے شرک کرنے والوں کے چہرے بگڑتے ہیں اور اگر آپ ان کو سمجھائیں تو کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہے یہ بزرگوں کو نہیں مانتے، یہ اولیاء کو نہیں مانتے یہ تو بس اللہ اللہ کی باتیں کرنا چاہتے ہیں جیسے علامہ الوسی نے تفسیرِ روح المعانی میں اپنا ایک تجربہ بیان کیا کہتے ہیں ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنی کسی مصیبت میں فوت ہوئے بزرگ کو مدد کیلئے پکار رہا تھا میں نے کہا اللہ کے بندے اللہ کو پکار وہ تو خود کہتا ہے **وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (186- البقرہ)** " اور اے نبی ﷺ، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو اُنہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں یہ بات تم اُنہیں سنا دو، شاید کہ وہ راہ راست پالیں"۔ میری یہ بات سن کر اور اسے سخت غصہ آیا اور بعد میں لوگوں نے مجھے بتایا وہ کہتا تھا کہ یہ شخص اولیاء کا منکر ہے اور بعض لوگوں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کی نسبت ولی جلدی سن لیتے ہیں تو یہاں پہ بھی یہی بات بتائی جا رہی ہے

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ نَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ